آہ! ابو جی
ہمیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے
انا للہ وانا الیہ راجعون

حافظ محمد حسان سعید

آہ!۔۔۔ میں آج اس شخصیت کے بارے میں تحریر لکھنا چاہ رہا ہوں، جس کے بارے کبھی گمان بھی نہ گزرا تھا کہ جن کو جماعت اہل حدیث ہی نہیں بلکہ اہل علم کی کثیر تعداد جو چاہے دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں، جماعت اسلامی کے افراد ہوں، چاہے اہل تشیع ہوں یا دیگر اہل خرد ہوں، ہمارے محترم بزرگ وعظیم اہل قلم، دانش ور، دنیائے صحافت کے بے تاج بادشاہ جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ، جنھیں ہمارے خاندان کے سب افراد وخواتین ''ابو جی'' کے لقب سے یاد کرتے اور پکارتے تھے، کے آخری دنوں کی روداد لکھنا پڑے گی۔

انھوں نے ہمارے درمیان جس برکت ونور کا ہالہ بنا رکھا تھا اور جن کی برکت اور رحمت سے اکثر اہل علم کی زیارت وملاقات اور پھر ہمارے گھرانے کے افراد ان اہل علم کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے، آج وہ شخصیت یعنی ہمارے ''ابو جی'' مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ کے متعلق قلم ساتھ نہیں دے رہا کہ انھیں مرحوم لکھوں۔

میرے والد گرامی جناب سعید احمد بھٹی کے بڑے بھائی جنھیں والد صاحب بھی ''ابو جی'' ہی کہا کرتے تھے۔ جو ہر وقت ''ابو جی'' کی خدمت میں ہی رہتے تھے۔ ''ابو جی'' کی رونق اور ان کی خوشبو بھلائے بھی ہم نہ بھلا سکیں گے۔

آج کچھ سطور لکھنے کی ہمت کر رہا ہوں کہ انھوں نے اپنی زندگی کی اکانوے بہاریں اس دنیائے رنگ وبو میں گزاریں، یوں تو انھوں نے اپنی زندگی کی آپ بیتی " گزر گئی گزران " کے نام سے تحریر فرما دی تھی۔

ان کی زندگی کے آخری چند روز جنھیں میں نے حیطۂ تحریر میں پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

16 دسمبر 2015ء بروز پیر دو پہر تین بجے جب راقم یونیورسٹی سے گھر پہنچا، تو گھر داخل ہوتے ہی والدہ سے ''ابو جی'' کے بارے میں پوچھا کہ ''ابو جی'' کہاں گئے ہیں؟ والدہ نے کہا کہ آج "الاعتصام" کے دفتر میں میٹنگ تھی۔ بارہ بجے دفتر سے ایک شخص (سجاد صاحب) موٹر سائیکل پر آئے تھے، ابو جی ان کے ساتھ گئے ہیں۔

عصر کی نماز کے بعد ''ابو جی'' نے دفتر سے فون کیا تو راقم نے پوچھا کہ ''ابو جی'' آپ نے گھر کب تک آنا ہے؟ کہنے لگے کہ تھوڑی دیر تک آ رہا ہوں۔

چار بجے کے قریب ''ابو جی'' اکیلے گھر پہنچے، تو میں نے عرض کیا، کیا آپ دفتر سے اکیلے آئے ہیں۔ کہنے لگے، نہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب کے ساتھ آیا ہوں، وہ مجھے سڑک تک چھوڑ کر گئے ہیں۔ میں نے کہا ''ابو جی'' آپ ڈاکٹر صاحب کو بھی ساتھ ہی گھر لے آتے۔ کہنے لگے میں نے ان سے کہا تھا، لیکن ڈاکٹر حماد صاحب شدید نزلے زکام میں گھرے ہوئے تھے، اس لیے وہ گھر نہیں آئے۔

تھوڑی دیر بعد جب میری والدہ نے چائے کا پوچھا تو کہنے لگے تھوڑی دیر بعد پیئوں گا، آج میری کمر میں درد ہے۔ والدہ نے کمر دباتے ہوئے کہا کہ ''ابو جی'' جب آپ دوائی کھائیں گے تو ان شاء اللہ درد ٹھیک ہو جائے گا۔ 11 ستمبر 2011ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث کے دفتر 106۔ راوی روڈ پر ''ابو جی'' اور راقم ایک میٹنگ کے سلسلے میں رکشے پر جا رہے تھے، ہم دفتر کے قریب ہی تھے کہ رکشہ الٹ گیا۔ جس سے ''ابو جی'' کا دایاں بازو فریکچر ہو گیا اور کمر میں بھی معمولی چوٹیں آئیں۔ بازو کے فریکچر ہونے کی وجہ سے کمر کی تکلیف کا احساس اس وقت تو نہ ہوا لیکن اس کے بعد ہر سال شدید سردی کے دنوں میں ''ابو جی'' کی کمر میں درد ہوتا تھا، جوں ہی سردی کی شدت میں کمی ہوتی تو الحمد للہ ''ابو جی'' بالکل ٹھیک ہو جاتے اور سال کے باقی دنوں میں ایسا محسوس ہوتا، جیسے ''ابو جی'' کو کبھی کمر میں تکلیف ہوئی ہی نہیں۔

بہر حال اسی وقت میرے والد گرامی ''ابو جی'' کے لیے وہ ادویات میڈیکل سٹور سے خرید لائے جو ڈاکٹر نے کمر درد کے لیے تجویز کر رکھی تھیں۔ ان ادویات کے استعمال سے وقتی طور پر کمر

میں درد کی شدت کافی کم ہوگئی۔

17 دسمبر کی شام کو مولانا محمد داؤد غزنویؒ کے فرزند ارجمند جناب یحییٰ غزنوی صاحب گھر تشریف لائے تو ''ابو جی'' انھیں پرتپاک انداز سے ملے۔ دورانِ گفتگو جن کتابوں میں غزنوی علماء کا ذکر کیا گیا ہے، وہ دکھائیں اور کچھ کتب انھیں تحفتاً پیش کیں۔

17، 18 اور 19 دسمبر کو ''ابو جی'' کی صحت دن کے اوقات میں بالکل ٹھیک رہتی اور وہ اپنے معمول کے کام بھی سرانجام دیتے، لیکن بعض اوقات رات کے آخری پہر کمر میں درد کی وجہ سے سانس بھی اکھڑنے لگتا۔

20 دسمبر بروز اتوار صبح نو بجے ''ابو جی'' کو کمر میں شدید درد ہوئی تو راقم نے ان کے ذاتی معالج، معروف ماہر قلب اور مولانا معین الدین لکھویؒ کے بڑے بیٹے ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی صاحب کو فون کیا اور انھیں ''ابو جی'' کی کمر میں درد کے بارے میں بتایا اور ساتھ ہی عرض کی کہ درد کے ساتھ بعض اوقات سانس بھی اکھڑنے لگتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں اس وقت بہاول نگر جا رہا ہوں آپ میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر عظیم الدین لکھوی صاحب سے رابطہ کریں۔

راقم نے اسی وقت ڈاکٹر عظیم الدین لکھوی صاحب کو فون کیا اور انھیں ابو جی کی صحت کے بارے میں بتایا۔ ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے کہ میں کچھ ادویات کے نام لکھ کر آپ کو میسج (Message) کرتا ہوں، آپ یہ ادویات انھیں دیں اور ساتھ ہی کہا کہ میں کسی ہسپتال میں بیڈ کا انتظام بھی کرتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق ادویات دیں تو ''ابو جی'' کے سانس اکھڑنے میں نمایاں کمی آگئی۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر عظیم الدین لکھوی صاحب کا دوبارہ فون آیا تو کہنے لگے، میں نے میو ہسپتال (Mayo Hospital) کی کارڈیالوجی وارڈ نمبر دو (Cardiyalogy Ward-II) میں بیڈ کا انتظام کروا دیا ہے، آپ بھٹی صاحب کو فوراً وہاں لے جائیں، میری ایم۔ ایس میو ہسپتال اور ڈیوٹی ڈاکٹر سے بات ہوگئی ہے۔

جب راقم نے ''ابو جی'' کو ڈاکٹر صاحب کا پیغام پہنچایا تو ازراہِ مزاح کہنے لگے

کہ ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق دوا کھانے سے تو میری صحت ٹھیک ہوگئی ہے۔

بہر حال راقم اور میرے والد صاحب بارہ بجے رکشے پر ابو جی کو میو ہسپتال کی کارڈیالوجی وارڈ میں لے کر گئے۔ جب ہم متعلقہ وارڈ میں پہنچے تو ڈیوٹی ڈاکٹر ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے ابو جی کا تفصیلی معائنہ کیا اور کہا کہ شدید سردی کی وجہ سے اسحاق بھٹی صاحب کے سینے پر بلغم جمی ہوئی ہے اس لیے انھیں (Nebualize) کریں گے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔ جب (Nebualize) کرنا شروع کیا تو ''ابو جی'' ڈاکٹر کو کہنے لگے کہ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کو بھی زندگی کے آخری دنوں میں سانس کی تکلیف کی وجہ سے اسی طرح (Nebualize) کیا جاتا تھا۔ بہر حال (Nebualize) کرنے سے ''ابو جی'' کی صحت کافی بہتر ہوگئی۔ رات دس بجے میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ آپ اب گھر چلے جائیں، میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں تو ''ابو جی'' فوراً بولے۔ نہیں۔ سعید! ادھر میرے پاس ہی رہے گا، حسان! تم گھر جا کر آرام کرو۔ جب میں وارڈ سے نکلنے لگا تو مجھے بلایا اور فرمانے لگے کہ میرے فلاں فلاں دوست کو فون کر دو اور انھیں بتاؤ کہ میں ہسپتال میں داخل ہوں، میرے لیے خصوصی دعا کریں۔

رات گیارہ بجے راقم گھر پہنچا تو گھر والوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ''ابو جی'' کی صحت اب کافی بہتر ہے۔ ان شاء اللہ کل یا پرسوں ہم گھر آجائیں گے۔

21 دسمبر کی علی الصبح راقم اور محمد نعمان اسحاق (نواسہ مولانا محمد اسحاق بھٹی) گھر سے نکلنے لگے تو میرے والد گرامی کا فون آیا کہ ''ابو جی'' کہہ رہے ہیں کہ مطالعے کے لیے میری دو کتابیں (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی ؒ اور برصغیر کے اسلام میں اولین نقوش) بھی ساتھ لیتے آنا۔ ہم نے ناشتے کے ساتھ ان کتابوں کو بھی رکھ لیا، جب ہم وہاں پہنچے تو ''ابو جی'' بیٹھے ہوئے تھے اور ہمیں کہنے لگے کہ رات کے آخری پہر پھر مجھے کمر میں درد ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب میں کافی بہتر ہوں۔

چوں کہ ابو جی جس وارڈ میں تھے وہاں مریض کے ساتھ لواحقین کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں

تھی، لیکن وارڈ کی انتظامیہ نے میرے والد گرامی کو ایک کرسی دے دی تھی، جس پر بیٹھ کر ہی انھوں نے ساری رات گزاری۔ ہم نے ''ابو جی'' سے کہا، ''ابو جی''! اب آپ انھیں گھر جانے دیں ہم آپ کے پاس ہی تو موجود ہیں۔ کہنے لگے نہیں، سعید! ادھر میرے پاس ہی رہے گا۔

دوپہر ایک بجے کے قریب ڈاکٹر عظیم الدین لکھوی صاحب ''ابو جی'' کی عیادت کے لیے آئے تو ان کے ساتھ سینیئر ڈاکٹرز بھی تھے۔ جن سے وہ کافی دیر مشورہ کرتے رہے۔ اسی دوران ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی صاحب کا بھی راقم کو فون آیا، ''ابو جی'' کی صحت کے بارے میں پوچھنے کے بعد کہنے لگے کہ میں تھوڑی دیر تک بھٹی صاحب کے چیک اپ کے لیے آ رہا ہوں۔ میں نے ''ابو جی'' کو بتایا تو بڑے خوش ہوئے اور ساتھ ہی پوچھنے لگے کہ کیا اسحاق وغیرہ (داماد اور ان کی بیٹی) بہاول نگر سے چل پڑے ہیں؟ راقم نے کہا جی ''ابو جی''! وہ ان شاء اللہ چار بجے تک لاہور پہنچ جائیں گے۔ راقم نے ''ابو جی'' سے مزید کہا کہ اب آپ عصر کی نماز ادا کر لیں تو فرمانے لگے کہ میں نے تو عصر کی نماز پڑھ بھی لی ہے۔ ساڑھے تین بجے چچا طارق محمود بھٹی اور ان کی اہلیہ ''ابو جی'' کی عیادت کے لیے آئے تو ''ابو جی'' کی صحت بالکل ٹھیک لگ رہی تھی۔ دوران گفتگو ابو جی اخبار کے ایڈیٹوریل صفحے کا مطالعہ کرتے رہے۔

میں اور نعمان عصر کی نماز پڑھ کر واپس آئے تو اسی اثناء میں ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی صاحب بھی ''ابو جی'' کے چیک اپ کے لیے وارڈ میں پہنچ گئے، لیکن اس وقت ''ابو جی'' کا سانس اچانک اکھڑنے لگا۔ جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے آتے ہی ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹرز کو کچھ ادویات تبدیل کرنے کو کہا اور اپنے بیٹے ڈاکٹر یحییٰ سے سانس کو بہتر کرنے والی مشین کو بازار سے منگوایا۔ ڈاکٹر زعیم صاحب کے ارد گرد کئی ڈاکٹرز بھی جمع ہو گئے جو ابو جی کے سانس کو بہتر کرنے کے لیے ڈاکٹر زعیم صاحب کی مدد کر رہے تھے۔ سانس بہتر نہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹرز نے ''ابو جی'' کو وینٹی لیٹر پر لگانے کا فیصلہ کیا، اس امید سے کہ اس سے ''ابو جی'' کا سانس بہتر ہو جائے گا۔

راقم ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی صاحب کے ساتھ ہسپتال کی جس جس وارڈ میں وینٹی لیٹرز

(Ventilater) موجود تھے وہاں گیا، لیکن کوئی وینٹی لیٹر ایسا نہیں تھا جس پر کوئی مریض نہ ہو۔ جس پر ڈاکٹر صاحب نے اپنے ذرائع استعمال کیے تو ہمیں ایک وینٹی لیٹر ہسپتال کی ایسٹ میڈیکل وارڈ (East Medical Ward) سے ملا۔ جس پر فوری طور پر ہم نے ''ابو جی'' کو ایسٹ میڈیکل وارڈ میں شفٹ کیا۔ ڈاکٹرز نے فوری طور پر ''ابو جی'' کو وینٹی لیٹر پر لگا دیا۔ ''ابو جی'' کی طبیعت زیادہ خراب ہونے پر ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی ڈاکٹر عظیم الدین لکھوی صاحب کو بھی بلا لیا تھا، دونوں بھائی رات گئے تک ہمارے ساتھ رہے۔ اسی دوران میں بھائی جان اسحاق (داماد)، باجی (بیٹی)، میرا بڑا بھائی محمد لقمان سعید اور عویمر اسحاق (نواسہ) بھی ہسپتال پہنچ گئے۔

ہم ساری رات ہسپتال میں رہے۔ ڈاکٹرز وقفے وقفے سے ''ابو جی'' کا مسلسل چیک اپ کر رہے تھے۔ رات گئے یونیورسٹی آف انجینیرنگ اینڈ ٹیکنالوجی میں اسلامیات کے پروفیسر ڈاکٹر رانا تنویر قاسم اور مکتبۃ السلفیہ کے مالک محمد حماد شاکر صاحب بھی ''ابو جی'' کی عیادت کے لیے ہسپتال پہنچے۔

22 دسمبر 2015ء کو جب فجر کی اذان شروع ہوئی تو ڈاکٹرز چیک اپ کر رہے تھے، کہ اسی دوران ٹھیک صبح 5:30 بجے ''ابو جی'' ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

''ابو جی'' (مولانا محمد اسحاق بھٹی) جنھیں دنیا مؤرخ اسلام، ذہبی دوراں اور شہسوار قلم جیسے القابات سے پکارتی تھی، علم اور عمر میں بڑا ہونے کی وجہ سے ہمارے خاندان میں بھی "اتحاد و اتفاق" کی علامت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خاص وصف عطا کیا تھا کہ آپ ہر فرد سے اس کی ذہنی سطح پر آ کر گفتگو کرتے، جس کی وجہ خاندان کا ہر فرد یہ سمجھتا تھا کہ ''ابو جی'' سب سے زیادہ پیار مجھ ہی سے کرتے ہیں، درست بات بھی یہی ہے کہ آپ خاندان کے ہر فرد سے بے حد محبت کرتے تھے۔

شاعر کی زبان میں ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں:

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا